خلیفۂ رسولؐ کا انتخاب

عالیجناب سید لطیف الرحمٰن صاحب مدرس مدرسۂ کلکتہ

ایک گروہ اہل اسلام کے عقیدہ کے مطابق ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علیؑ، اور حضرت علی فی الواقعہ خلیفۂ رسولؐ اور خلفائے راشدین (میں) تھے لیکن اصحاب ثلاثہ کا انتخاب جس طریقے سے وقوع میں آیا وہ رسولؐ اللہ کا انتخاب نہ تھا بلکہ وہ ایک اکابرامت کا من مانا انتخاب تھا۔ ایک حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کرکے ان کی خلافت کا اعلان کردیا۔ حضرت ابوبکر نے احسان کا بدلہ چکانے کے لئے محض اپنی پسند سے حضرت عمر کو خلیفہ بنادیا۔ حضرت عثمان کو حضرت عبدالرحمن بن عوف نے خلیفہ بنادیا۔ اس کی یک نفری انتخاب پر جمہوریت کا چھاپ لگانے کے لئے خلیفہ بنائے جاچکنے کے بعد عام مسلمانوں سے بیعت طلب کی گئی۔ جن لوگوں نے بیعت کرنے سے انکار کیا ان کے جان و مال خطرے میں پڑ گئے۔ جبر و تشدد کا ایک سلسلہ چل پڑا۔ خود جناب امیر علیہ السلام کو قتل اور ان کے مکان کو نذر آتش کرنے کی دھمکیاں دی گئیں۔ دھمکیوں کا سلسلہ اس وقت جاری رہا جب تک کہ جناب امیرؑ نے منافقین کے شر و فساد سے اسلام کو بچانے کی خاطر بیعت نہ کرلی (حقیقت یہ کہ یہ روایت کہ جناب سیدہؑ کی وفات کے بعد حضرت علیؑ نے ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کرلی محض بے بنیاد ہے اس کا سب سے بڑا ثبوت کہ حضرت علیؑ نے کسی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی یہ ہے کہ عمر کے بعد جب حضرت کے سامنے خلافت کی شرط کتاب قرآن و سنت اور سیرتِ شیخین پر عمل کرنے کی شرط رکھی گئی تو آپ نے شیخین کی سنت کی پیروی سے انکار کردیا اور فرمایا کہ اگر شیخین کی سیرت کتاب و سنت کے مطابق تھی تو محض کتاب و سنت کی پیروی کی شرط ہی کافی ہے اور اگر سیرت شیخین کتاب و سنت کے مطابق نہ تھی تو میں ان کی پیروی سے انکار کرتا ہوں۔ اگر وہ ابوبکر و عمر کی بیعت کرچکے ہوتے ان کے سیرت کی پیروی سے انکار کی ان کے لئے گنجائش نہ ہوتی۔ ایڈیٹر) وحالِ رسولؐ کی اطلاع ملتے ہی انصار حضرت سعد بن عبادہ کو خلیفۂ رسولؐ انتخاب کرنے لگے تھے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے سمجھانے بجھانے پر حضرت سعد خلافت سے دستبردار تو ہوگئے لیکن انہوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت نہ کی اور مدینہ چھوڑ کر شام چلے گئے۔ ان کے پیچھے آدمی بھیجا گیا کہ انہیں قتل کردیا جائے۔ اس طریقۂ انتخاب و بیعت سے ثابت ہوتا ہے کہ خلیفۂ رسولؐ کا انتخاب رسولؐ اللہ کی مرضی کے مطابق نہ تھا بلکہ اکابرامت کا سیاسی و جبریہ انتخاب تھا۔ انتخاب بیعت کی اس نوعیت نے خلافت رسولؐ کو خاص و عام دنیادارانہ حکومت میں تبدیل کرکے ہر کس و ناکس کو خلافت کا حقدار بنادیا۔ نبوت کو حکومت سمجھ لیا گیا سیاست نے ہدایت و روحانیت کو مغلوب کردیا۔ فکر دنیا نے روحِ اسلام کو ملیامیٹ کردیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ ہی دن بعد وہ لوگ بھی خلیفۂ رسولؐ اور امیر المومنین بن بیٹھے۔ جو حد درجہ دنیا پرست اور نفس پرست تھے۔ انہوں نے خلافت رسولؐ کو موروثی حکومت بنالیا اور اپنے مفاد کے لئے حق پرستوں کا ناک میں دم کردیا۔ شریک القرآن یعنی عترت رسولؐ کا خون بڑی دلیری اور بیباکی سے بہایا۔ تمام ائمہ طاہرینؑ کو کسی نہ کسی طریقے سے شہید کیا۔

اب سوال یہ ہے کہ جمہوری طرز پر خلیفۂ رسولؐ کا انتخاب اکابرامت کرسکتے ہیں یا نہیں۔ خلیفۂ رسولؐ کا انتخاب صحیح اور جائز جبھی ہوسکتا ہے کہ نبی اور غیر نبی سربراہ حکومت کی حیثیتیں ایک

ہی مان لی جائیں اور نبوت و دنیوی حکومت میں کوئی امتیاز باقی نہ رکھا جائے۔ اگر دونوں کی حیثیتیں ایک نہیں ہیں (جیسے کہ نہیں ہیں) تو اکابر امت سربراہ حکومت کا انتخاب تو کر سکتے ہیں لیکن خلیفۂ رسولؐ کا انتخاب نہیں کر سکتے۔ اگر اکابر امت کو خلیفۂ رسولؐ انتخاب کرنے کا حق ہوسکتا ہے تو ان کو اپنا نبی آپ انتخاب کرنے کا حق بھی ہوسکتا ہے اور اگر وہ نبی کا انتخاب وتقرر نہیں کر سکتے تو جن وجوہ کی بناء پر نبی کا انتخاب نہیں کر سکتے انہیں وجوہ کی بنا پر خلیفۂ رسولؐ کا انتخاب بھی نہیں کر سکتے کیونکہ جس طرح نبی سوائے خدا کے کوئی نہیں بنا سکتا اسی طرح خلیفۂ رسولؐ کا انتخاب سوائے نبی کے کوئی نہیں کر سکتا۔ خلیفۂ نبی کا انتخاب نبی کا کام اس لئے ہوتا ہے کہ سوائے نبی کے کوئی نہیں جانتا کہ نبوت کے فرائض رضائے الٰہی کے مطابق کون انجام دے سکتا ہے۔ جس طرح خداوند عالم بنی نوع انسان میں سے جس تس کو اٹھا کر نبی نہیں بنا دیتا، اسی طرح نبی جس تس کو اپنا خلیفہ نہیں بناتا۔ خلیفۂ نبی بھی نبی کی طرح خدا کا خاص الخاص بندہ ہوتا ہے۔ اس کے اندر نبی کے فطری فضائل موجود ہوتے ہیں۔ خلافت رسولؐ کا مستحق وہی بندہ خدا ہوسکتا ہے جو فرائض نبوت رضائے الٰہی کے مطابق انجام دینے کی صلاحیت رکھتا ہو، اس کی زندگی نبی کی زندگی کی طرح کفر وشرک سے کلیتہً پاک رہی ہو اور کفار واہل خطا کے ماحول میں رہ کر بھی مومن ومقدس رہا ہو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم میں ایک جناب امیرؑ کے سوا کوئی بھی طلوع اسلام سے قبل مومن نہ تھے۔ اصحاب ثلاثہ مومن تو تھے ہی نہیں، اہل کتاب بھی نہ تھے۔ مگر جناب امیرؑ اپنی زندگی کے ہر دور میں خلافت رسول کی اہلبیتؑ کا مظاہرہ کرتے چلے آئے تھے۔

حقیقت میں جناب امیرؑ کیا تھے وہ رسول اللہ کی زبانی سنئے۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ **انا و علی من نور واحد** یعنی میں اور علیؑ ایک ہی نور سے ہیں۔ جناب امیرؑ کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں کہ **لحمك لحمي** ۔ یعنی تمہارا گوشت میرا گوشت ہے۔ متعدد اقوال رسولؐ سے جناب امیرؑ کا نفس رسولؐ ہونا مسلم ہے۔ ایک دفعہ امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے نے ان سے دریافت کیا کہ صحابۂ رسولؐ میں سب سے افضل کون ہے۔ انہوں نے ترتیب افضلیت کے اعتبار سے فرمایا کہ ابوبکر، عمر، عثمان، طلحہ، زبیر، عبدالرحمن بن عوف۔ صاحبزادے نے متحیر ہوکر پوچھا کہ علیؑ؟ امام احمد نے فرمایا کہ علیؑ تو نفس رسولؐ ہیں، ان سے کسی کا کیا مقابلہ۔ ولادت علیؑ کی شان یہ ہے کہ آپ بیت اللہ کے اندر پیدا ہوئے۔ یہ وہ فضیلت ہے جو کسی نبی کو بھی نصیب نہ ہوئی۔ آنکھ کھولی تو سب سے پہلے رسولؐ اللہ کا جلوہ دیکھا۔ اول غذا لعابِ رسولؐ تھی۔ پرورش وتربیت خانۂ رسول اور آغوشِ رسولؐ میں ہوئی۔ اعلان نبوت سے قبل رسولؐ اللہ آبادی سے دور جا کر نمازیں پڑھتے تھے۔ ان کے ساتھ علیؑ بھی نمازیں پڑھتے تھے۔ ایام طفولیت سے رسولؐ اللہ کے ساتھ رہے اور ان کی سنت پر چلے۔ اعلان نبوت اور اشاعت اسلام کے جب بحکم خدا رسولؐ اللہ نے اپنے قرابتداروں کو اپنے دولت کدے پر مدعو کیا اور نوش وخورد کے بعد حاضرین سے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے اپنے دین کی اشاعت کے لئے نبی بنا کر بھیجا ہے لہذا تم لوگوں میں کون ہے جو اشاعت دین اسلام میں میرا ساتھ دیں۔ رسولؐ اللہ نے یہ الفاظ تین دفعہ دہرائے۔ تینوں دفعہ حاضرین خاموش رہے لیکن ہر دفعہ جناب امیرؑ جن کی عمر اس وقت دس اور تیرہ کے درمیان تھی کھڑے ہوکر بولے کہ میں آپ کا ساتھ دوں گا۔ رسولؐ اللہ نے کمسنی کی بناء پر جناب امیرؑ کو دو مرتبہ بٹھا دیا اور معمر لوگوں کو حصولِ اعزاز کا بظاہر موقع دیا لیکن جو اعزاز روزِ ازل میں مولودِ حرم کے لئے مقدر ہو چکا تھا وہ کسی اور کو کیسے نصیب ہوتا۔ رسولؐ اللہ نے تیسری مرتبہ جناب امیرؑ سے فرمایا کہ تم میرے بھائی، وزیر اور نائب ہو۔ اسی طرح اعلان نبوت کے ساتھ ساتھ خلافت علیؑ کا بھی اعلان کر دیا گیا۔ یہ خلافت علیؑ کا اول اعلان تھا۔

دعوت عشیرہ کے موقع پر جناب امیرؑ نے جس تعاون وامداد کا وعدہ فرمایا تھا اس کی ایفا کے لئے تاعمر اپنی جان کی پرواہ نہ کی۔ عہد نبوی کے ہر جہاد میں اپنی جان عزیز کی خیریت سے

بے نیاز ہوکر ایک عظیم الشان ہیرو اور فاتح اسلام کا رول ادا کیا۔
جن کافر بہادروں کے مقابلے میں جاتے ہوئے بہادران اسلام کے دل دھڑکتے تھے جناب امیرؑ بڑی شان سے ان کے مقابلے میں گئے اور اسد اللہی قوت وشجاعت کا مظاہرہ کرکے دین اسلام کا بول بالا کیا۔ اگر علیؑ نہ ہوتے تو بڑے بڑے فیصلہ کن جہادوں میں فیصلہ اسلام کے حق میں نہ ہوتا۔ شبِ ہجرت علیؑ نے وہ جاں نثاری دکھلائی کہ خود خداوند قدوس کو وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡرِىۡ نَفۡسَهُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ کہہ کر علیؑ کو داد دینی پڑی لیکن تعجب کی بات ہے کہ جو لوگ جنگ بدر میں رسولؐ اللہ کو حملہ آور دشمنوں میں چھوڑ کر اپنی جانیں بچانے کے لئے بھاگ کھڑے ہوئے تھے ان کو بھی جناب امیرؑ سے افضل اور خلافت رسولؐ کا زیادہ مستحق تسلیم کیا جاتا ہے۔

صحابۂ رسولؐ میں جناب امیرؑ کی دینی پوزیشن کیا تھی اس کا اندازہ سورۂ برات کے واقعہ سے لگ سکتا ہے۔ ایک دفعہ رسولؐ اللہ نے حجاج مدینہ کا ایک قافلہ حضرت ابوبکر کی قافلہ سالاری میں مکہ کو روانہ کرتے ہوئے حضرت ابوبکر کو سورۂ برأت دیا کہ زائرین کعبہ کے اجتماع میں پڑھ کر سنانا۔ قافلہ بہت دور نکل چکا تھا کہ فرمان الٰہی ہوا کہ اے نبیؐ! اس کام کو آپ یا تو خود کیجئے یا اپنے ہی کسی قرابتدار کو سونپئے۔ چنانچہ فرمان الٰہی کی تعمیل کرتے ہوئے رسولؐ اللہ نے فوراً جناب امیرؑ کو پیچھے سے روانہ کیا اور اجتماع حجاج میں جناب امیرؑ نے ہی سورۂ برأت پڑھ کر سنایا۔ اس فرمان الٰہی اور عزل وتقرر سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ غیبت رسولؐ میں فقط جناب امیرؑ اور دیگر ائمہ طاہرین صلوات اللہ علیہم ہی نبوت وہدایت کے فرائض انجام دے سکتے ہیں۔ اس نکتے کو رسولؐ اللہ نے اپنے ارشاد انی تارك فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی ما ان تمسکتم بھا لن تضلو اسے اور بھی واضح کر دیا۔

بہر دعوت عشیرہ سے لے کر تادم آخر رسولؐ اللہ اپنے ارشاد و عمل سے جناب امیرؑ کی فضیلت اور استحقاق خلافت وقتاً فوقتاً نمایاں کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وصال سے چند ماہ قبل آپ نے اجتماع غدیر میں من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ کہہ کر خلافت رسولؐ کے لئے جناب امیرؑ کا انتخاب فرمادیا لیکن چونکہ اعلان میں خلیفہ کے بجائے مولا کا لفظ تھا اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خلافت کی کھچڑی پکانی شروع کر دی گئی اور وصالِ رسولؐ کا انتظار ہونے لگا۔ انتظار کی گھڑیاں ختم ہوتے ہی تاک میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے رسولؐ اللہ کے انتخاب یعنی مولائے مومنین کو مسترد کر دیا۔ اس کارنامے سے صحابۂ رسولؐ کے اندر پھوٹ پڑ گئی اور امت رسولؐ عمر پارٹی اور علیؑ پارٹی یعنی شیعہ وسنی میں بٹ گئی جس کا نتیجہ آگے چل کر یہ ہوا کہ خود صحابۂ کرام کے عہد مبارک میں ایام جاہلیت کی خانہ جنگیاں از سرِ نو وجود میں آگئیں۔ افسوس ہوتا ہے کہ خانہ جنگیوں کی تجدید کرنے والے ام المومنین حضرت عائشہ اور حضرت زبیر وطلحہ جیسے جلیل القدر اصحاب رسولؐ تھے۔ خدا ان کو بخاطر صحابیت رسولؐ درگزر فرمائے۔

(سلسلۂ اشاعت امامیہ مشن لکھنؤ نمبر ۲۹۸ محرم الحرام ۱۳۹۶ھ / جنوری ۱۹۷۵ء)